اس ایک ہزار کی نفری میں صرف ۱۶۸ انجینیر یا ڈاکٹر ہونا اپنے اندر بڑی معنویت رکھتا ہے۔ حکومت کی خوش فہمیاں جو بھی ہوں، پاکستانی عوام اور سیاسی قوتیں اس صورت حال پر سخت متفکر ہیں اور بجاطور پر تشویش کا اظہار کر رہی ہیں۔ عوامی خدشات کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ ناٹو کے فوجیوں اور ان کے قائم کردہ کیمپوں اور ہسپتالوں کی حفاظت کے لیے پاکستانی فوج اور رینجرز کی ایک بڑی تعداد لگانا پڑی ہے، اور عام آدمی ناٹو کے ہسپتالوں کے مقابلے میں پاکستان اور دوسری سول این جی اوز کے ہسپتالوں میں جانے کو ترجیح دیتے ہیں۔

وقت آگیا ہے کہ پاکستانی قیادت اپنی خوش فہمیوں کے سراب سے نکلے اور اپنی خارجہ پالیسی کا جائزہ لے کر اسے زمینی حقائق اور پاکستانی عوام اور اُمت مسلمہ کی امنگوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کرے اور پارلیمنٹ اور قوم کو اعتماد میں لے۔ ہماری اصل طاقت اللہ کی مدد کے بعد ملک کے عوام اور اُمت مسلمہ سے یک جہتی اور اتحاد میں ہے، اور امریکا پر بھروسا کرنے کے بجاے خودانحصاری (self-reliance) کا راستہ ہی قومی سلامتی کا راستہ ہے۔

آزادی صحافت کے دعوے اور حقیقت

پاکستان کی بدقسمتی ہے کہ ہر حکومت نے اپنے اپنے دور میں کسی نہ کسی شکل میں صحافت کو زنجیریں پہنانے اور اپنے مفید مطلب مؤقف اختیار کرنے کی مذموم کوششیں کی ہیں۔ جنرل پرویز مشرف نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ صحافت کو مکمل آزادی دیں گے اور دستور اور قانون کے دائرے میں اظہار رائے اور تنقید کے حق کے استعمال کا ہر موقع دیں گے۔ کچھ پہلوؤں سے شاید گذشتہ چھے سالوں میں بظاہر صحافت کو نسبتاً آزادی میسر بھی آئی ہے لیکن آہستہ آہستہ حکومت کی گرفت اور سرکاری وسائل کا صحافت کو زیردام رکھنے کے لیے استعمال بڑھ رہا ہے۔ پریس ایڈوائس کا سلسلہ جاری ہے۔ صحافیوں کو ہم نوا بنانے کے لیے ترغیب اور ترہیب کے ہتھکنڈے بے دریغ استعمال کیے جارہے ہیں۔ لفافہ کلچر بھی اپنا کام کر رہا ہے اور 'الطاف و اکرام' کے دوسرے ذرائع بھی اپنا کام دکھا رہے ہیں۔ سرکاری اشتہارات کو سرکاری نقطۂ نظر کو فروغ دینے اور اختلافی رائے رکھنے والے اخبارات کو

سزا دینے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ ایک لسانی تنظیم دہشت گردی کے وہی حربے پھر استعمال کر رہی ہے جو ۱۹۹۰ء/۱۹۸۰ء میں اس کا شعار تھے۔ فریڈم آف انفارمیشن کا قانون نہایت عام اور نقائص سے پُر ہے' نیز صحافت اور الیکٹرانک میڈیا میں سرکاری اثر اندازی اور اجارہ داری کی صورت دونوں اپنا اپنا ہاتھ دکھا رہے ہیں۔

پارلیمنٹ میں بار بار یہ مسائل اٹھائے گئے ہیں مگر حکومت کے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں اور وزیر اطلاعات سے لے کر جنرل پرویز مشرف تک یہی رٹ لگائے جا رہے ہیں کہ صحافت آزاد ہے اور جمہوریت کا کارواں رواں دواں ہے۔ ویج ایوارڈ کا مسئلہ برسوں سے معلق ہے۔ وزیراعظم نے ایک کل جماعتی کمیٹی بنائی تھی جس میں راقم کو بھی رکھا گیا تھا مگر جس کام کو دو ماہ میں کرنا تھا وہ پانچ ماہ میں شروع بھی نہ کر سکے اور میں نے احتجاجاً کمیٹی سے استعفا دے دیا۔

یہ ہے صحافت کے بارے میں ہمارا رویہ!

اس کا نوٹس اب عالمی سطح پر بھی لیا جا رہا ہے اور اس شذرے کا باعث وہ تازہ سروے ہے جو فرانس کی ایک مشہور تنظیم RSF (Reports Sans Frontiers) نے اسی مہینے شائع کیا ہے اور جس میں ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۵ء کے درمیان حالات کا موازنہ کر کے دکھایا گیا ہے کہ دنیا کے ۱۶۶ ممالک جن کا سروے کیا گیا ہے ان میں پاکستان کا نمبر ۲۰۰۲ء میں ۱۱۹ تھا' یعنی سب سے نیچے کے ۴۰ ملکوں میں ہم' مگر اب 'ترقی' کر کے ۲۰۰۵ء میں یہ شمار ۱۵۰ پر آ گیا ہے۔ گویا سب سے بدتر ۲۰ ملکوں میں ہم ہیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ افغانستان کا شمار ہم سے اوپر ہے' یعنی ۱۲۵ ویں پوزیشن' جب کہ بھارت کا نمبر ۱۰۹ ہے۔

جمہوریت کے فروغ کے لیے آزادی صحافت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس حکومت کے دور میں جس طرح پارلیمنٹ مفلوج ہے اور سول نظام پر فوج کی گرفت بڑھ رہی ہے' اسی طرح صحافت پر بھی 'کنٹرول' 'مداخلت' اور 'چمک' کے سائے مسلط ہیں اور دعووں اور حقیقت میں خلیج روز بروز بڑھ رہی ہے جو ہر اعتبار سے خطرناک ہے۔